بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مکرم ومحترم ارشاد انصاری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے اپنے آخری خط کے آخر میں لکھا ہے:

''اس سلسلہ میں آپ نے جو وامانۃ اور فاقبرہ کی ضمیروں پر سوالات اٹھائے تھے اسکا جواب مدلل دیدیا گیا ہے''

عرض ہے کہ آپ کے پورے خط میں دعوے ہی دعوے ہیں دلیل تو ایک بھی نہیں دی گئی۔ غالبًا آپ کو دعویٰ اور دلیل میں فرق معلوم نہیں ہے۔ آپ اپنا مزعومہ عقیدہ بیان کرتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ آپ دلیل دے رہے ہیں۔ کیا آپ مجھ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ آپ کے محض اتنا کہنے سے کہ فلاں بات ایسے نہیں ویسے ہے میں آمنا صدقنا کہہ دوں گا اور بلا چون و چرا آپ کا دعویٰ تسلیم کرلوں گا؟ میں نے آپ سے متعدد مرتبہ عرض کیا ہے کہ میں قرآنِ کریم اور رسولِ کریم ﷺ کا پیروکار ہوں۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں مقدس ذرائع سے اپنے حق میں کوئی ثبوت ہے تو لائیے۔ لیکن میرے بار بار توجہ دلانے پر بھی آپ نہ تو میری پیش کردہ آیات سے کئے گئے استدلال کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے استدلال کے حق میں قرآنِ کریم کی ایک بھی آیت پیش کرتے ہیں، کیونکہ قرآنِ کریم تو آپ کی تردید کرتا ہے اور کون ایسا عقلمند ہے جو اپنے خلاف گواہ کو خود عدالت میں پیش کردے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ خود اپنی ہی لکھی گئی باتوں کی نفی کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے خط مؤرخہ چھ ستمبر 2011 کے صفحہ۔2 پر لکھا تھا:

''پانچویں وجہ یہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک ''توریت کے مطابق اگر کوئی شخص صلیب دے کر مار ڈالا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور یہودیوں کے نزدیک چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دیکر مار ڈالا گیا تھا اسلئے وہ لعنتی ٹھہرے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ ''رفع'' استعمال کر کے ان کے رفع روحانی کا ذکر کیا ہے''۔ **مرزائیوں کی یہ توجیہہ اس لئے غلط ہے کہ توریت میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ کسی شخص کو صلیب پر لٹکا کر مار ڈالنے سے وہ شخص ملعون کہلاتا تھا**۔ لہذا احمدیوں کا اس آیت سے رفع روحانی کا استدلال لینا قطعی غلط ہے۔ اور آیت نساء:150 سے رفع روحانی مراد لینا قرآن میں تحریف معنوی کہلائیگا۔''

جبکہ 8 ستمبر 2011 کے خط کے صفحہ 5 پر مذکورہ بالا جلی حروف میں لکھے گئے جملے کے برعکس صریحًا غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم نے کبھی یہ نہیں لکھا تھا کہ **''توریت میں کوئی ایسی آیت نہیں کہ لٹکایا جانے والا ملعون کہلاتا ہے**۔ آپ دوبارہ میرے خط کا دوسرا صفحہ ضرور دیکھ لیں۔ اور اپنی غلطی کی معافی چاہ لیں جو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ یا کم از کم اتنا مان لیں کہ مرزا صاحب نے مطلب براری کیلئے کتاب استثناء (توریت) میں تحریف معنوی کی ہے۔''

جناب! میں نے تو آپ کے خط کا صفحہ۔2 نہ صرف بار بار پڑھا بلکہ آپ کی اور دیگر احباب کی توجہ کے لئے اس کی متعلقہ عبارت یہاں نقل بھی کر رہا ہوں تا کہ لوگوں پر آپ کی بوکھلاہٹ واضح ہو جائے۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ''**ہم نے کبھی یہ نہیں لکھا تھا کہ ''توریت میں کوئی ایسی آیت نہیں کہ لٹکایا جانے والا ملعون کہلاتا ہے**''۔ تو پھر اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ آپ کے نزدیک توریت میں ایسی آیت موجود ہے کہ صلیب پر لٹکایا جانے والا ملعون ہوتا ہے۔ ایک تو آپ کی عمر کا تقاضا ہے اور دوسرے ویسے بھی جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ آپ کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اسی خط کے پچھلے صفحہ پر آپ کیا لکھ آئے ہیں۔ لہٰذا اگلے ہی صفحہ یعنی صفحہ۔6 پر اپنی ہی بات کی ایک دفعہ پھر نفی کرتے ہوئے آپ نے لکھا:

> ''**الحاصل تحقیق سے پتہ چلا کہ توریت میں صلیب پر موت لعنتی موت کا سبب نہیں ہوتی**۔ مگر مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مطلب براری کی خاطر یہ وجہ اختراع کر دی کہ یہودیوں کے زعم میں حضرت عیسیٰ صلیب پر مار دیئے جانے کی بناء پر ملعون ثابت ہو رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ ''رفع'' کا استعمال کر کے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ حضرت عیسیٰ ملعون نہیں ہوئے بلکہ ان کا ''رفع روحانی'' ہوا ہے۔ **حالانکہ توریت اور قرآنِ حکیم میں اسکا قطعًا ذکر نہیں کہ صلیبی موت لعنتی موت ہوتی ہے**۔ اس بات کو مرزا صاحب نے توریت اور یہودیوں کی طرف منسوب کر کے ناواقفوں کا علمی استحصال کیا ہے جس کا یہاں تدارک ضروری تھا۔''

کبھی کہتے ہیں کہ تورات میں کہیں نہیں لکھا کہ مصلوب شخص ملعون ہوتا ہے، کبھی کہتے ہیں میں نے ایسا نہیں لکھا کہ توریت میں ایسی کوئی آیت نہیں اور پھر کہتے ہیں کہ تحقیق سے پتہ چلا کہ توریت میں صلیب پر موت لعنتی موت کا سبب نہیں ہوتی۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وزیراعظم تبدیل ہوتے رہے تو پنڈت نہرو نے طنزًا کہا کہ اتنی جلدی تو میں اپنی دھوتی نہیں تبدیل کرتا جتنی جلدی پاکستان میں وزیراعظم بدلتے ہیں۔ لیکن آپ نے تو اس وقت کی حکومتِ پاکستان کو بھی مات دے دی اور اس سے بھی تیز تر اپنے بیانات بدلتے رہے۔

آپ کا محبوب مشغلہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر تنقید کرنا ہے۔ محولا بالا عبارت میں آپ نے یہ بھی لکھا

> ''مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مطلب براری کی خاطر یہ وجہ اختراع کر دی کہ یہودیوں کے زعم میں حضرت عیسیٰ صلیب پر مار دیئے جانے کی بناء پر ملعون ثابت ہو رہے تھے''

یہ لکھتے ہوئے آپ نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وجہ خلا میں اختراع نہیں کی بلکہ بتیس دانتوں میں زبان کی طرح چاروں طرف سے اپنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو کر، جو آپ کی ہر بات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے آپ پر حملے کر رہے تھے،

یہ بات لکھی ہے۔ اگر مسیحی عقیدہ اور یہودی تاریخ میں مسیحؑ کے مصلوب ہونے کے باعث ملعون ہونے کی ایسی کوئی بات نہیں تھی تو کیوں مسیحیوں نے برملا اس کا انکار نہیں کیا کہ ان کے اور یہودیوں کے نزدیک صلیب پر مرنا لعنتی موت نہیں ہے اور نہ ہی یہ دونوں مذاہب کے لوگ مسیحؑ کو اس بناء پر ملعون سمجھتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ یہودی اور عیسائی تو آج تک یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور آپ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہودیوں کے نزدیک تو صلیب پر مرنا ہرگز لعنتی موت نہیں ہے اور نہ یہودی مصلوب کو ملعون سمجھتے ہیں۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ غیر احمدی مسلمان علماء نے اگرچہ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدے کو ثابت کرنے اور وفاتِ مسیحؑ کو رد کرنے کی بھرپور کوششیں کی لیکن آج تک کسی بھی غیر احمدی مسلمان عالم نے اس بات کا رد نہیں کیا کہ یہودی اور مسیحی صلیب کی موت کو لعنتی موت سمجھتے تھے۔ کم از کم میرے مطالعہ میں ایسی کوئی تحریر نہیں گزری۔ بہرحال یہ ایک ثانوی دلیل ہے جو میرے اصل مؤقف کو مزید سہارا تو دیتی ہے لیکن اس کے نہ ہونے سے میری اصل دلیل کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند تحریرات نقل کرنے کے بعد آپ نے اپنے 13 ستمبر 2011 کے خط کے صفحہ 3 پر لکھا:

توریت میں لفظ صلیب ہی نہیں پایا جاتا
توریت میں اسکا ذکر ہی نہیں کہ کسی شخص کو زندہ صلیب پر لٹکا کر مار دینے کی وجہ سے وہ شخص ملعون کہلاتا تھا
یہودیوں کی تاریخ میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ یہودی اپنی شریعت پر عمل کر کے مجرموں کو خدا کے نزدیک ملعون ٹھہرانے کے لئے ان کو صلیب دیکر مار ڈالا کرتے تھے
تورات عبرانی زبان میں ہے اس میں نہ لفظ سولی کا لفظ پایا جاتا ہے اور نہ پھانسی دینے کا۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ لفظ ''صلیب'' عبرانی تورات میں نہیں پایا جاتا لیکن اس کا مترادف اور ہم معنی لفظ ''تلح'' پایا جاتا ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ کسی مجرم کو لکڑی یا درخت پر مار کر لٹکانا یا لٹکا کر مارنا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس وقت عوامی زبان ''آرامی'' تھی جبکہ عبرانی دینی زبان تھی۔ جس طرح آج کل مسلمان عوام عربی سے نابلد ہیں اور قرآنِ کریم محض طوطے کی طرح پڑھتے ہیں اور اس کے مطالب و معانی سے لاعلم ہوتے ہیں اسی طرح ایک لمبا عرصہ باہر رہنے کے بعد جب یہودی یروشلم واپس آئے تو ان کی اکثریت عبرانی زبان سے ناواقف ہو چکی تھی اور یہ محض احبار و رہبان کی زبان بن کر رہ گئی تھی۔ چنانچہ عبادت گاہوں میں جب ایک ربائی تورات کا کوئی حصہ پڑھتا تھا تو اس کے ساتھ کھڑا ایک شخص اس کا رواں ترجمہ آرامی زبان میں کرتا جاتا تھا۔ اس ترجمہ کرنے والے کو Targumist کہا جاتا تھا۔ مصلوب مسیح کی زبان سے نکلا ہوا آخری جملہ ''ایلی ایلی لما سبقتنی'' بھی آرامی زبان میں ادا کیا گیا تھا۔ آرامی زبان میں لکڑی پر لٹکانے کے لئے جو لفظ استعمال کیا جاتا تھا وہ وہی ہے جو عربی زبان میں ہے یعنی صلب۔ چنانچہ عبرانی تورات میں یہ لفظ ہو یا نہ

ہولیکن اس سے نفسِ واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

دیگر باتوں کا جواب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی لٹریچر میں جہاں بھی اس واقعہ صلیب کا ذکر کیا گیا ہے وہاں لامحالہ استثناء باب۔21 کی آیات۔22,23 کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں مرتد اور غدار کو لٹکا کر مارنے کی سزا کا ذکر ہے اور اسی کی بنیاد پر گلتیوں۔3:13 میں سینٹ پال نے کفارہ کا عقیدہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ مسیح ہماری خاطر ملعون ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ ملعون ہے۔لیکن کسی بھی جگہ یہ ذکر نہیں ملتا کہ کسی نے سینٹ پال کے اس عہد نامہ قدیم کے حوالہ کو مسترد کیا ہو کہ تم غلط کہہ رہے ہو ہماری کتاب میں تو کسی جگہ ایسا نہیں لکھا اور استثناء کی جس آیت کا تم حوالہ دے رہے ہو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ بلکہ یہودی اور عیسائی لٹریچر میں جا بجا یہ ذکر ملتا ہے کہ اسی بناء پر یہودیوں کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو وہ مسیح ماننا مشکل ہو گیا جس کا وہ اپنی شریعت کے مطابق انتظار کر رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہیں درخت پر لٹکایا گیا ہے اور جسے ایسی سزا ملے وہ ملعون ہوتا ہے اور ملعون خدا کا نبی یا مسیح نہیں ہوسکتا۔قاموس کتاب المقدس جلد۔2، صفحہ۔9 پر لفظ 'صلب' کے نیچے لکھا ہے:

''صَلَبَ یَصْلُبُ صَلبًا . صَلِیب...وکان المصلوب ملعونًا و کانوا ملزومین بدفنهِ سریعًا (تث ۲۱:۲۳ و غل ۳:۱۳) ولذلک کان صلب المسیح عثرة للیهود وجهالة للیونانیین القدماء''۔ترجمہ: مصلوب لعنتی ہوتا ہے اور انہیں لازم تھا کہ اسے جلد از جلد دفن کر دیں (تثنیہ 21:23 اور گلتیوں 13:3)۔اسی لئے مسیح کا صلیب دیا جانا یہودیوں کے لئے ٹھوکر اور قدیم یونانیوں کے لئے جہالت کا باعث بنا۔

استثناء باب۔21 کی آیات۔22,23 کے مطابق یہ سزا مجرموں کو دی جاتی تھی۔یہودی حضرت عیسیٰؑ کو اس دور کا سب سے بڑا مجرم سمجھتے تھے۔چنانچہ جب پیلاطوس نے کہا کہ برّابا اور مسیح میں سے کس کو چھوڑا جائے تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ برّابا کو چھوڑ دو اور یسوع کو سولی دو۔اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ مسیحؑ کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب دی گئی۔چنانچہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ بلاشبہ مجرم تھے اور سزا یافتہ مجرم خدا کا نبی اور مسیح نہیں ہوسکتا چاہے اسے یہ سزا یہودی شریعت کے مطابق دی گئی ہو یا رومی قانون کے تحت۔کیونکہ استثناء باب۔21 آیات 23-22 میں یہ نہیں لکھا کہ اگر مجرم کو یہودی شریعت کے مطابق سزا دے کر درخت پر لٹکایا جائے وہ تب ہی ملعون ہوتا ہے اور اگر کسی دیگر قانون کے مطابق یہ سزا دی جائے تب وہ ملعون نہیں ہوتا۔چنانچہ ثابت ہوا کہ یہودی شریعت کے مطابق درخت پر لٹکایا جانے والا بہرحال ملعون کہلاتا ہے اور ایسے شخص کو یہودی خدا کا نبی نہیں سمجھ سکتے تھے۔چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو اس سزا کا ملنا ایک حقیقت تھی اور اس سزا کے پانے والے کا ملعون ہونا بھی ایک مسلّمہ حقیقت تھی جس کا یہودیوں میں سے حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار جو خود کو مسیحی نہیں بلکہ یہودی ہی کہتے تھے، انکار نہیں کر سکتے تھے اس لئے سینٹ پال نے، جو خود ایک یہودی تھا، اس لعنتی موت کو کفارہ کا عقیدہ بنا دیا اور جسے یہودی ان کے کذب کا

معیار سمجھ رہے تھے اسی کو ان کی صداقت کا نشان بنا دیا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر یہود کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ انہوں نے مسیحؑ کو صلیب پر مارا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''وما صلبوہ'' کہہ کر اس دعویٰ کی نفی کیوں فرمائی؟ اس بارے میں بائبل اور دیگر تاریخی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تو مجرم کو مار کر صلیب پر لٹکایا جاتا تھا اور کبھی صلیب پر لٹکا کر مارا جاتا تھا۔ ان دونوں امکانات کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وما قتلوہ وما صلبوہ'' یعنی نہ تو اسے قتل کر کے صلیب پر لٹکایا اور نہ ہی صلیب پر لٹکا کر مارا۔ یعنی وہ کسی دیگر ذریعہ سے بھی انہیں قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور صلیب پر لٹکایا بھی تو وہاں انہیں مار نہ سکے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ یہ کہنا بدترین جہالت ہے کہ توریت میں سولی کا لفظ نہیں پایا جاتا۔ اپنی زبان اور محاورہ میں ایک بات کا ذکر کرنا ہرگز اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کا جو ماخذ بیان کیا جا رہا ہے وہاں بعینہٖ انہی الفاظ میں یہ بات بیان کی گئی ہو۔ ایسی بات وہی شخص کر سکتا ہے جو اس واقعہ کا بدیہی طور پر انکار نہ کر سکتا ہو اور اس طرح کے لایعنی اور بیہودہ اعتراضات کر کے خود کو سچا ثابت کرنا چاہتا ہو۔

یہاں یہ وضاحت بھی کر دوں کہ آپ کے ان تمام سوالات کا جواب مکرم مظفر چوہدری صاحب نے تفصیلاً بدلائل دے دیا ہوا ہے جو الفضل انٹرنیشنل کی اشاعت 5 جون 2009 میں شائع ہو چکا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ جواب پڑھ لیا ہوگا۔ لیکن اگر نہیں پڑھا تو اس خط کے ساتھ وہ متعلقہ صفحات منسلک ہیں۔ ملاحظہ فرمالیجئے۔ محولہ بالا عبارت میں آپ نے ایک جملہ یہ بھی لکھا ہے جسے دوبارہ نقل کر رہا ہوں:

''حالانکہ توریت اور قرآنِ حکیم میں اسکا قطعًا ذکر نہیں کہ صلیبی موت لعنتی موت ہوتی ہے۔''

توریت میں صلیبی موت کا لعنتی موت ہونا تو میں نے ثابت کر دیا۔ اب آیئے قرآنِ حکیم کی طرف۔

آیات (5:34; 7:125; 12:42; 20:72; 26:50) میں صلیب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا ترجمہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ''تفہیم القرآن'' میں اور بریلوی، دیوبندی، اور شیعہ علماء نے اپنے اپنے تراجم میں سولی دینا ہی لکھا ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت۔34 میں جہاں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے والوں کے لئے جہاں دیگر سزاؤں کے ساتھ صلیب دیئے جانے کی سزا تجویز ہوئی ہے وہاں آخر میں لکھا ہے ''**یہ ذلّت وخواری تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے۔**'' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سزا ذلت وخواری یا بالفاظِ دگر لعنت کا موجب تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے شدید مجرموں کے لئے ایسی لعنتی موت تجویز فرمائی۔ امام زمخشری نے کشاف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''﴿أَوْ يُصَلَّبُوْا﴾: **قال ابو حنيفة و محمد رحمهما الله: يصلب حيًّا، و يطعن حتى يموت**'' ﴿یا وہ صلیب دیئے جائیں﴾ ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں: زندہ صلیب دیا جانا اور زخمی کرتے رہنا (یا لعنت ملامت کرتے رہنا)

یہاں تک کہ وہ مر جائے۔(الکشاف زیر آیت المائدہ۔34)

اسی آیت کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ مختلف سزائیں برسبیلِ اجمال بیان کر دی گئی ہیں تا کہ قاضی یا امامِ وقت اپنے اجتہاد سے ہر مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دے۔ اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی شخص کا اسلامی حکومت کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظام کو الٹنے کی کوشش کرنا بدترین جرم ہے اور اسے ان انتہائی سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔'' (تفسیر آیت المائدہ۔34)

''صلیب یا سولی دینے کا قدیم طریقہ یہ تھا کہ ایک لمبا شہتیر سا لے کر زمین میں گاڑ دیتے تھے، یا کسی پرانے درخت کا تنا اس غرض کے لئے استعمال کرتے تھے، اور اس کے اوپر کے سرے پر ایک تختہ آڑا کر کے باندھ دیتے تھے۔ پھر مجرم کو اوپر چڑھا کر اور اس کے دونوں ہاتھ پھیلا کر آڑے تختے کے ساتھ کیلیں ٹھونک دیتے تھے۔ اس طرح وہ مجرم تختے کے بل لٹکا رہ جاتا تھا اور گھنٹوں سسک سسک کر جان دے دیتا تھا۔ صلیب دیئے ہوئے یہ مجرم ایک مدّت تک یونہی لٹکے رہنے دیئے جاتے تھے تا کہ لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کریں۔'' (تفسیر آیت طٰہٰ۔72)

اب ان ترجمہ کرنے والے مسلمان علماء پر بھی اعتراض کریں کہ قرآن میں تو سولی کا لفظ ہی نہیں ہے تو انہوں نے کیسے لکھ دیا کہ ایسے مجرموں کو سولی دی جائے۔

اپنے خط مؤرخہ چھ ستمبر 2011 کے صفحہ۔2 پر چھٹی دلیل (جسے چھٹی ہوئی دلیل کہنا زیادہ مناسب ہوگا) دیتے ہوئے آپ نے لکھا:

''بل رفعہ اللہ الیہ کے معنی رفع جسمانی لینے سے قرآنِ حکیم کی کسی دوسری آیت کے خلاف بھی نہیں ہے۔''

کیا یہی مبلغ علم ہے آپ کا اور اسی برتے پر آپ چلے ہیں احمدیوں سے مقابلہ کرنے؟ اسی لئے میں بار بار آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ذرا قرآن بھی کھول کر پڑھ لیا کریں۔ میں نے آپ کو ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت۔94 کے تحت کسی بھی بشر کا چاہے وہ رسول ہی کیوں نہ ہو، بشمول نبی اکرم و اعظم ﷺ، آسمان پر زندہ جسم سمیت جانا محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس سے پاک قرار دیا ہے۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ رفع جسمانی قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہیں۔ اسی طرح میں نے بار بار سورہ الاعراف کی آیت۔177 پیش کر کے پوچھا تھا کہ کیا یہاں اللہ تعالیٰ بلعم باعور کو جسمانی طور پر اپنی طرف کھینچ رہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اس کا رفع کرنے یعنی جسمانی طور پر اسے اوپر اٹھانے میں ناکام ہو گیا؟

متعدد احادیث میں بھی رفع کا محاورہ استعمال ہوا ہے جس میں تواضع اختیار کرنے والے کے رفع کا ذکر ہے۔

وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة والادب باب استحباب العفو والتواضع)

اسی طرح اقوالِ صحابہؓ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ ان کے نزدیک رفع کا مطلب جسمانی رفع نہیں تھا۔ خصوصًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سے وہ ہرگز جسمانی رفع مراد نہیں لیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا اسی طرح رفع فرمالیا جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کا رفع کیا تھا۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا جسدِ اطہر ان کے سامنے موجود تھا۔

"...و ظنَّ عامَّتُهُم اَنَّهٗ غیر مَیِّت، منهم من یقول: کیف یکون شهیدًا علینا و نحن شهداءُ علی النَّاس فیموت، ولم یظهر علی النَّاس، ولکنّه رُفع کما فعل بعیسی بن مریم..." (سِیَر اعلام النُّبَلاءِ .السّیرَةُ النّبویّة جز ۲ صفحه ۴۷۰ . تصنیف الامام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذّهبي)

۔۔۔ اور عام لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو موت نہیں آئی۔ ان میں سے کچھ نے کہا کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ فوت ہوجائیں جبکہ یہ ہم پر گواہ ہیں اور ہم لوگوں پر گواہ ہیں اور ابھی لوگوں پر یہ شہادت نہیں دی گئی۔ لیکن ان کا رفع ہوا ہے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوا تھا۔

"... عن أبی سلمة بن عبدالرحمن قال: اقتحم الناس علی النّبیّ ﷺ فی بیت عائشة ینظرون الیه فقالوا کیف یموت و هو شهیدٌ علینا و نحن شهداء علی النَّاس فیموت و لم یظهر علی النّاس؟ لا واللّٰهِ ما مات ولکنّه رُفع کما رُفع عیسی ابن مریم..." (کتاب الطّبقات الکبیر الجزء الثانی صفحه ۲۳۷ . محمد بن سعد بن منیع الزهری)

"ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ لوگ عائشہؓ کے گھر میں نبی ﷺ کے پاس آکر آپ کو دیکھنے لگے، انہوں نے کہا کہ آپ کیسے مرسکتے ہیں حالانکہ آپؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم اور لوگوں پر گواہ ہیں، پھر آپؐ مرجائیں گے حالانکہ آپؐ نے لوگوں پر شہادت نہیں دی؟ نہیں واللہ آپؐ نہیں مرے، آپؐ محض اٹھالئے گئے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم اٹھالئے گئے۔۔۔" **(طبقات ابن سعد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ ۲۲۹۔ مصنف محمد بن سعد ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی، ناشر نفیس اکیڈیمی اردو بازار کراچی)**

علامہ البیہقی کی کتاب ''الجامع لشعب الایمان'' حضرت انس بن مالکؓ کا سورۃ الزخرف کی آیات 43-42 کے حوالے سے ایک قول درج ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

أكرم الله عزوجل نبيه ﷺ ان يسوء ه فى امته فرفعه اليه و بقيت النقمة۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کا اکرام کیا کہ وہ اپنی امت میں برائی دیکھیں۔ پس ان کا اپنی طرف رفع کرلیا اور انتقام باقی رہ گیا۔

حضرت انس بن مالکؓ کے اسی قول کو علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے اپنی تفسیر الدر المنثور میں انہی آیات کی تفسیر کے تحت نقل کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ متعدد علماء بھی رفع سے مراد جسمانی رفع نہیں لیتے۔ ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''**ما ثبت لسُنّة فى الايام السّنّة**'' جس کا ترجمہ ''**الاعمال الماثورة فى الايام المشهورة**'' کے نام سے کیا گیا ہے، کے صفحہ۔92 پر لکھتے ہیں:

ولما كان الحكمة فى بعثته ﷺ هداية الخلق و تتميم مكارم الاخلاق و تكميل مبانى الدين فحين حصل هذا الامر و تم هذا المقصود رفعه الله تعالىٰ اليه فى اعلى عليين و توفاه الله و هو ابن ثلث و ستين ﷺ وعلى اٰله و صحبه و اتباعه و احزابه اجمعين.

اور چونکہ حضرت ﷺ کی بعثت میں یہی حکمت تھی کہ خلقت کو ہدایت ہووے اور نیکو اخلاق پورے ہوجاویں اور دین کی بنیاد کامل ہوجاوے پھر جب یہ امر حاصل ہوگیا اور یہ مقصود پورا ہوگیا تو انکو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اعلیٰ علیین میں اٹھالیا اور اللہ نے ان کو وفات اس وقت دی کہ وہ تریسٹھ برس کے تھے ﷺ اور رحمت انکی آل اور اصحاب اور اتباع اور احزاب سب پر۔

امید تو نہیں ہے لیکن میری خواہش یہی ہے کہ آپ ضد اور تعصّب کو ایک طرف رکھ کر ان دلائل کا بغور مطالعہ کریں۔ ویسے تو موت کا کوئی بھی وقت معین نہیں لیکن آپ عمر کے جس حصہ میں ہیں وہ قبر کے نزدیک ہے اس لئے آپ کے لئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ خدا کا خوف اختیار کرتے ہوئے اس کے پاک کلام کی طرف توجہ کریں اور اپنی عقل کے اندھے گھوڑے دوڑانے کی بجائے قرآنِ کریم سے ہدایت طلب کریں۔

والسلام

انصر